شذرات

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وصحبہ وسلم کا انقلابی کردار

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب کلمہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ کی تعلیم دیتے تھے تو اسی روز اپنے ماننے والوں میں اس قسم کا یقین پیدا کر دیتے تھے کہ خدا پاک کی حکومت کے سوا کسی بھی ظالم طاقت کو خواہ وہ مذہبی ہو یا غیر مذہبی دنیا سے اس کو مٹا چھوڑیں گے۔ یہی ایک نقطہ ہے جو انسان کو دارین کی سعادت کے لئے تیار کر سکتا ہے۔

اس کام میں پہلا قدم یہ ہے کہ توحید یعنی لا الٰہ الا اللہ کا معتقد ظالم طاقت کی بربادی کے لئے اپنی جان و مال کی قربانی دینے سے پیچھے نہ ہٹے۔ یہی جذبہ تھا جس کی بدولت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے رفقاء نے بڑی بڑی طاقتوں کو جن کو کلام الٰہی میں جبال سے تشبیہ دی گئی ہے۔ ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔ اس نظریہ والی جماعت کا متوسل حکومت کی حالت میں تبدیل ہو جانا انقلابیوں کے ہاں ایک بے نظیر کام ہے لیکن اللہ اللہ کہنے والی جماعت اور غرباء کی اصلاح کرنے والی جماعت چند سالوں کے بعد ایک دم حکومت بن جاتے ہیں اور حکومت کی بھاگ دوڑ اپنے ہاتھوں میں لے لیتے ہیں۔ یہ ایک عظیم الشان معجزہ ہے جس کا آج تک کوئی مذہبی جماعت مثال پیش نہیں کر سکی۔

سنہ ۴۸ نبوت میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ شہید ہوئے۔ ان ۴۸ سالوں میں اسلام کا مراکش سے لے کر بخارا تک قبضہ ہو گیا۔ اس ملک کا کوئی طاقت بغاوت اور مقابلہ کرنے والی نہ تھی، دنیائے جہاں کی کسی بھی حکومت کو یہ طاقت نہ تھی کہ وہ اس اسلامی حکومت کا مقابلہ کر سکے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد تینوں خلفاء حضرت ابوبکر صدیق، حضرت عمر فاروق اور حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ تعالیٰ عنہم اسی طرح کام کرتے رہے جس طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کرتے تھے یا اس طرح

کہ آپؐ چھٹی پر ہوں اور آپؐ کے بعد کام ہوتا رہا، پھر اختلاف شروع ہوا۔

اس لئے اس ابتدائی دور میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شخصی تربیت کا خاص رنگ ظاہر ظہور نظر آتا تھا گویا آپ پردہ کے پیچھے حکم دے رہے ہیں اور حکم سننے والے پوری دیانتداری سے کام چلا رہے ہیں، یہ اسلام کا سب سے بہترین دور ہے۔

یعنی دور اول: جب تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم عرب میں خود کام فرماتے تھے اس کا زیادہ حصہ قومیت کا تھا اور جس دور میں خلفاء کام کر رہے تھے۔ اس میں بڑا حصہ بین الاقوامی سیاست کا ہے اور یہ دونوں کام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ کا بقول حضرت شاہ ولی اللہ خاص مقصد تھا۔ اور یہ دور ہمیشہ مسلمانوں کے لئے نمونہ کے طور پر ہوگا۔ اس دور کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذاتی دور سمجھنا چاہیئے۔ یہ دور ایک نصب العین یا آئیڈیل ہے۔

تاریخ کا ماہر انسان اور فلسفہ انقلاب کا واقف جانتا ہے کہ ہر ایک انقلابی دور کے بعد ری ایکشنری یعنی رجعت پسندی کا دور پیدا ہوتا رہتا ہے لیکن اسلامی تعلیم کا ماہر پہلے دور کو نصب العین بنائے گا اور اس پر پہنچنے کی کوشش کرتا رہے گا۔ اس دور کے بعد کچھ ایسے عالم بھی پیدا ہوئے ہیں جن کا نصب العین کچھ بدلا ہوا ہے اگرچہ وہ اسلام کی ایک نئی تشریح کرکے دنیا کو دعوت دیتے آرہے ہیں اور اسلام کے پہلے دور سے رجعت پسندانہ خیالات کو ملا کر پیش کرتے آئے ہیں مگر تاریخ دان ان رجعت پسندوں کا حال جلد معلوم کر لیتے ہیں۔

مثلاً وہ اس طرح کہتے ہیں کہ اگر مسلمان نماز روزہ کا پابند ہو تو وہ ظالم کیوں نہ ہو تو اس کی اطاعت کرنا ہم پر فرض ہے اس کی تائید میں کچھ احادیث موضوعہ بھی بنائی گئی ہیں۔

جب اسلامی بنیادی قانون مکمل ہوگیا تو پھر ثانوی قانون (بائلاز) بھی اصولی قانون سے پیدا کرنے کے قواعد اور قوانین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفاء کے طرز عمل پر اس دور اول میں پیدا ہوگئے۔

مرکزی جماعت میں داخل ہونے کے لئے شرائط بھی مقرر ہیں اور اس مرکزی جماعت میں جس طرح نئے نئے آدمی داخل ہوتے جائیں تو وہ سب اس نظام کے پورے ذمہ دار ہوں گے مطلب یہ کہ اس پہلے دور میں سب بنیادی قوانین اور بنیادی اصول مقرر ہو چکے ہیں۔ اس دور کی جماعت کی تحریک

اجتماعی طور پر انقلابی ہے نہ انفرادی یعنی شخصی حکومت جس میں فقط ایک آدمی ڈکٹیٹر ہوتا ہے۔ نہ جماعت اس قسم کی شخصی یا انفرادی یا استبدادی حکومت تو ری ایکشنری حکومت کہا جاتا ہے۔ اس دور کے گذرنے کے بعد آہستہ آہستہ شخصی حکومت قائم ہو جاتی ہے اور حکومت کو وراثت سمجھا جاتا ہے نہ کہ جماعت کا حق۔ یہ جماعت جس طرح آسمانوں پر ایک خدا کی حکومت کو تسلیم کرتے تھے اسی طرح زمین پر اس قانون کا مالک فقط ایک بادشاہ کو سمجھتے تھے۔ پھر اسی قسم کے نظریہ والے عالموں نے اسلامی تاریخ کے سمجھنے اور لکھنے میں بڑی غلطیاں کیں ہیں بادشاہ کا درجہ چیئرمین کے درجہ سے بڑھا کر ڈکٹیٹر کا درجہ دے دیا ہے کہ جس طرح وہ چاہے اسی طرح کرے اور ہم کو فقط اسی کا حکم ماننا ہے۔

انصاف کی نظر سے دیکھا جائے تو اس کا اسلام ذمہ دار نہیں ہے۔ اسلام کی ۲۸ سالوں کی تعلیم ایسی واضح اور اعلیٰ درجہ کی ہے جس کی مثال کوئی بھی تاریخ پیش نہ کر سکی ہے کیونکہ اس عرصہ میں تمام دنیا کی بڑی قوموں سے اسلام اور مسلمانوں کا ٹکراؤ ہوا اور فتوحات کے بعد ان قوموں کے ساتھ رہنے کا ان کو موقعہ بھی ملا اور ان اقوام نے اپنے بنیادی اصول چھوڑ کر اسلام کے اصولوں کو پسند کر کے ان کے معتقد ہو گئے۔

ایران، روم، ہندوستان اور ترکستان جیسی بڑی حکومتوں پر اسلام غالب آ گیا اس کا سبب یہی ہے کہ دوسری اقوام کے نظریات غلط بنیاد پر قائم تھے اور ان کی جماعتیں سرمایہ پرستی کی طرف مائل تھیں۔ جب اسلام میں بھی سرمایہ پرست جماعتیں پیدا ہوئیں تو انہوں نے دیکھا کہ اسلام کا بنیادی قانون ان سے راس نہیں کھاتا تو اسلام کے نصب العین کو تبدیل کر کے اپنے کچھ نظریات اس سے ملا کر اس کو پھر اسلام کا نام دے دیا۔ یہ جماعتیں ارتجاعی ہیں اسلام کے ماہر تعلیمات کو ہمیشہ پہلے دو دستے نصب العین کو سمجھنا چاہیئے۔